

from the first of July 1957, Government accept the recommendations of the Commission.

THE DELHI MUNICIPAL CORPORATION BILL, 1957—continued.

بیہکم صدیقہ قدوائی (دہلی) :

جناب صدر - دہلی کارپوریشن میں آج پچھلے اور اس پر مختلف جگہوں پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتی بلکہ یہ چاہتی ہوں کہ اپنے خیالات بھی بیان کروں جو کہ اس سلسلہ میں بحث سننے کے بعد میرے دماغ میں آئے۔ دہلی والوں کی ایک بہت پرانی خواہش تھی کہ ان کو جائز جمہوری حقوق ملیں اور اس کے لئے وہ برابر لڑتے رہے۔ آزادی کے بعد جہاں ہماری آزادی کے نیتا اس دیہ کی حالت سدھارنے میں لگے رہے وہاں دہلی کے لوگ اور دہلی کے نیتا دہلی کی صدیوں پرانی روایات کو پھر سے ابھارنے کے جتن کرتے رہے۔ اس مسئلہ پر بڑی بڑی بحثیں ہوئیں کہ دہلی کو خود اختیاری حکومت ملے یا نہ ملے۔ آخر کار دہلی کے بڑے لیڈر مرحوم دیپ بندوق گپتا جی اور ان کے ساتھی اپنے حقوق اپنی حکومت سے ملنا کو ہی رہے۔ گپتا جی مرحوم دہلی کو پہلنا پھولنا دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہ سکے۔ مگر ان کی دعائیں دہلی والوں کی مدد کرنے لگیں۔ اور ایک

روز ہند سرکار کے اس اعلان سے کہ دہلی کو پارٹ ڈی سی اسٹیٹ بنایا جائیگا یہاں کے لوگوں میں جیسے زندگی آگئی اور یہ تو آپ سب لوگوں سے دیکھا کہ دہلی کی حکومت بلی لیکن کچھ حالات ایسے ہوئے کہ حکومت ختم ہو گئی۔ دہلی کے لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ یہاں کا وہ طبقہ جو دہلی کی گلیوں میں دہلی کے دھلے والوں کے دکھ درد سننے کو گھومتا رہتا تھا ایک بیک بے سہارا ہو گیا۔ دہلی کی جمہوریت مردہ ہو گئی۔ یہاں کے لوگوں نے اس واقعہ کو چپ چاپ سہہ لیا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا کوئی ہڑتال نہیں ہوئی اور نہ کوئی توڑ پھوڑ ہوئی۔ خیر بگڑنا اور بگڑ کر پھر سے بلدا دہلی کے خمیر میں ملا ہے۔ یہاں کی مٹی ہی کچھ ایسی ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ جب بھی دہلی بگڑتی پھر جب بنی تو خوب بن سدر کر بنی۔ ہم لوگ دہلی کی جمہوری حکومت مت جانے بے مایوس نہیں ہوئے۔ ہم اب بھی اس لکائے ہوئے ہیں کہ یہ پھر بلی گئی۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ہاں تو کارپوریشن کی بات تھی۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کارپوریشن کو بلدا کر دہلی والوں کو بھلایا جا رہا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

دستلاؤں میں الجھایا گیا ہوں  
کھلونے دے کے بھلایا گیا ہوں

[بیگم صدیقہ قدوائی]

یہ کارپوریشن بھلانے ہی کی بات ہے۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ دہلی کے دو ٹکڑے کیوں کر دئے گئے دہلی اور نئی دہلی—دہلی تو ایک ہی ہے نام چاہے بھس رکھ لئے جائیں۔ دہلی کے لئے کارپوریشن بننے کی اور نئی دہلی کے لئے میونسپل کمیٹی۔ کونونمنٹ کا علاقہ دو خیمہ چھوڑ دیجئے وہ الگ چیز ہے لیکن نئی دہلی کو کارپوریشن سے الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں ضرور انتظامی دشواریاں سامنے آئیں گی۔ مثال کے طور پر اگر کسی پر نئی دہلی میں چونگی کم ہے اور کارپوریشن کی حدود میں زیادہ ہے تو عام طور پر لوگ نئی دہلی کے اسٹیشنوں سے اپنا مال ملتانے لگیں گے اور اس طرح اگر کارپوریشن کی حدود میں ٹیکس کم ہے اور نئی دہلی میں زیادہ ہے تو کارپوریشن کی حدود میں مال آنے لگے گا۔ اس سے عجیب جھگڑے پیدا ہونے لگیں گے اور حکومت کو نقصان بھی ہوگا۔

میں چند دشواریوں کو کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ دہلی میں تعلیم کا بہت اہم مسئلہ ہے۔ نئی دہلی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ہر سال اسکولوں میں تقریباً چالیس ہزار بچوں کو داخلہ نہ ملنے کی مصیبت اٹھانا پڑتی ہے۔ جو انتظام نہجوز کیا

گیا ہے اس کے مطابق دہلی کی پرائمری تعلیم کارپوریشن کے ذمہ رہے گی۔ سب سے زیادہ دشواری اس تعلیم کی ہے۔ اسکول کم ہیں ٹیچر بھی کم ہیں اور جگہ بھی کم ہیں جہاں سکول بنوائے جا سکیں۔ اور لوئر سیکنڈری کے اسکول زیادہ تر پرائمری دہلی کی حدود میں ہیں۔ یہاں نئی دہلی کے بچے بھی پڑھتے ہیں نو نئی دہلی کے لوگ اپنے بچوں کو کیا اس تعلیم کے لئے پرائمری دہلی کے اسکولوں میں بھیجنا کارپوریشن بننے کے بعد بند کر دیں گے۔ کیا اس کے لئے کوئی دیوار بنا دی جائیگی کہ نئی دہلی کے بچے کارپوریشن کی حدود میں نہ آئیں اور کارپوریشن کی حدود کے بچے نئی دہلی کی حدود میں نہ جائیں۔ یہ تو ناممکن بات ہے اور آپ دیکھنے کہ ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں نئی دہلی میں اسکول نہ ہونے کی وجہ سے پرائمری دہلی میں آتے ہیں۔ تو کارپوریشن پر آخر یہ زیادہ بوجھ پڑے گا یا نہیں۔ اس میں کیا خرچ ہے کہ تمام دہلی کی حدود میں تعلیم کی اتھارٹی ایک ہی رہے۔ نئی دہلی میں زمینیں بھی ہیں جہاں نئے اسکول بن سکتے ہیں لیکن جب کارپوریشن کو اس کا اختیار نہ ہوگا تو یہ دشواری کیسے حل ہوگی۔

پھر ہائپر سیکنڈری اور یونیورسٹی معاملہ ہے زیادہ تر کالج اور یونیورسٹی

کارپوریشن کی حدود میں ہیں - میں جانتی ہوں کہ یونیورسٹی کی تعلیم کارپوریشن کو نہ دی جائے لیکن ہائیر سکینڈری کی تعلیم تو ضرور کارپوریشن کے ذمہ ہونا چاہئے - دہلی کے لئے اس کی خاص وجہ ہے اور شہروں میں اگر کارپوریشن ہائیر سکینڈری کا انتظام نہیں کرتی تو ان کے حالات مختلف ہیں - دہلی میں جس تیزی کے ساتھ آبائی بڑھ رہی ہے اس تیزی سے کسی اور شہر میں آبائی نہیں بڑھ رہی ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دہلی میں کالجوں اور سکولوں کی زیادہ ضرورت ہے - اب چونکہ کارپوریشن کی پوزیشن اس سلسلہ میں زیادہ مضبوط ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کے لئے زمین اور عمارتیں فراہم کر سکے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ کام کارپوریشن کے ذمہ ہی ہونا چاہئے - اپنی ضرورتوں کے مطابق وہ زمین اور عمارتیں ڈھونڈیں گی یا بنائے گی - لیکن موجودہ صورت میں کارپوریشن اس دوسری کو کھوں مول لہنے لگی - کارپوریشن والے کہیں گے کہ جس کو کالج اور اسکول چلانا ہوں وہی اس کا انتظام کرے تو اس میں جھگڑے اٹھیں گے - سرکار مطالبہ کرے گی کارپوریشن سے کہ فلاں عمارت یا فلاں زمین ہم کو کالج یا اسکول کے لئے دو - تو سالہا سال تو لگیں گے خط و کتابت میں اور اس کے بعد بھی اگر کارپوریشن بالفرض راضی نہ

ہوئی تو سرکار کہاں سے کالج اور سکول پیدا کرے گی - اور پھر وہ ایک قی - قی - پی - اے ہے جس کو میں ڈیڑھ ایکڑ کی مسجد کہتی ہوں - اس کے نصرے الگ اٹھانے پڑیں گے - سو ان چیزوں سے انتظام اچھا نہ رہے گا اور پبلک کو دشواریاں دھیں گی -

اب صحت و صفائی دیکھئے - دہلی اور ندی دہلی کے علاقے میں صحت و صفائی کی دیکھ بھال کے لئے الگ الگ دو ادارے دھیں گے - آجکل تو کئی ایسے ادارے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دہلی میں دونوں ہی چیزوں کا حال خراب ہے - کچھ بہتر ہے تو نئی دہلی کا علاقہ - اور اس کی وجہ بھی ہے کہ وہ علاقہ کچھ نہ کچھ پلاننگ کے ساتھ بنا تھا - اسپتال بھی زیادہ اسی علاقہ میں ہیں - اب دہلی کی جتنی آبادی ہے اس مناسبت سے یہاں اسپتال نہیں ہیں اور اس کی وجہ سے عام آدمیوں کو جو پریشانی ہوتی ہے اس کا حال وہ ہی اچھی طرح بتا سکتے ہیں - میں نو دیکھ رہی ہوں کہ آج سے پانچ سال پہلے اورن ہسپتال میں جو مریضوں کی قطاریں بنی رہتی تھیں وہ اب دو گئی ہیں - اس میں نوے فیصدی مریض پرانی دہلی کے ہوتے ہیں - صبح ۸ بجے لائن میں ہوں تو تین خوراک دوائی ملنے کی باری دیرپہر تک آئے

[بہکم صدیقہ قدوائی]

کی - وہ غریب کس سے کہے - کوئی سلفے والا نہیں - کئی بار لوگوں نے آوازیں اٹھائیں مگر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اس ہاؤس کے ممبران سے بہت ادب کے ساتھ درخواست کرتی ہوں کہ اس اسپتال میں کسی دن خود جا کر دیکھیں کہ کیا حال ہے - تو آخر اس دکھ درد کا علاج کیوں نہیں ہوتا - کیا ہماری ہیلتھ منسٹری نے اس سلسلہ میں تبھی کوئی انتظام کی ترکیب نکالی کہ اور اسپتال کھولے جائیں - میں دیکھتی ہوں کہ شہر بھر میں سرکاری عمارتیں بڑی بڑی عالیشان بن رہی ہیں مگر اسپتال کی جگہ ایک بھی عمارت ان میں نظر نہیں آتی - ہمارے عوام کا کوئی نمائندہ ہو تو عوام اس کو اپنی تکلیف بتائیں - لیکن جہاں پر سرکاری دفاتروں کا کاروبار ہے وہاں وہ نہیں پہنچ سکتے - بمبئی میں اسپتال کا انتظام کارپوریشن کرتی ہے تو دہلی میں کیوں نہیں کر سکتی - کارپوریشن کے کارندوں تک عوام آسانی سے دکھ درد کھٹے جا سکتے ہیں - یہ تو ایک بات ہوئی اور دوسری بات جو میں کہہ رہی تھی وہ یہ ہے کہ صحت اور صفائی کے علیحدہ علیحدہ دو انتظام اردو دو محکمے رہتے ہیں دوہے خرچے پڑتے ہیں - دہلی میں جانڈس کی ہماری پھیلی تھی کیا وہ نئی دہلی اور پرانی دہلی کے لئے علیحدہ

علیحدہ تھی یا جملا میں سیلاب آ جاتا ہے وہ بھی کیا دہلی کا الگ نئی دہلی کا الگ ہوتا ہے - گاؤں کے شرنارتھی بیچارے نئی دہلی کی طرف بھاگ کر بھی پناہ لیتے ہیں وہ پرانی دہلی میں محدود نہیں رہتے - جانڈس انکوائری کمیشن کی رپورٹ نے بھی یہی رائے دی تھی اور ریاستوں کی نئی تنظیم کے کمیشن نے بھی یہی کہا ہے کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی ایک بونٹ ہیں ان کو ہم کسی صورت سے علیحدہ نہیں کر سکتے تو میں کہنا چاہتی ہوں کہ دہلی تو ایک مصیبت زدہ شہر ہے - دنیا بھر کی بلائیں دنیا بھر کے انقلاب ہمیشہ اس کی چھاتی کو چیرتے ہوں - آج جانڈس ہے تو کل فلو اور کچھ نہیں تو سیلاب ہی آ جاتا ہے نو ایسا تو نہیں ہے کہ یہ قدرتی بلائیں اور بیماریاں نئی دہلی اور پرانی دہلی کو چن کر الگ الگ آتی ہوں دونوں ہی علاقوں کے لوگ متاثر ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر ایک انتظام صفائی اور صحت کا رہے تو اچھا ہوتا ہے اور خرچ کی بھی کفایت ہوتی ہے - اور صحت کا معاملہ تو خصوصاً بہت ہی توجہ چاہتا ہے نئی دہلی میں کفایت پالیس میں اکثر آپ دیکھتے ہوں گے اباہج اور کورہی بھیک مانگتے پھرتے ہیں کیا نئی دہلی میونسپل کمیٹی ان کی دیکھ بھال اور سدھارنے کا کوئی الگ اپنا

قہلنگ بنائے گی۔ وہ بہر حال کھومتے رہیں گے نئی دہلی اور پرانی دہلی میں بھی خدا جانے ان بیچاروں کی مدد کون کریگا کمیٹی یا کارپوریشن۔ اس کے لئے تو ایک معقول انتظام چاہئے اور اس کی صحیح دیکھ بھال تبھی ہو سکتی ہے کہ جب ایک اسکیم کو ایک اتھارٹی اپنے ذمہ لے اور چونکہ یہ ایک سارے شہر کا مسئلہ ہے اس لئے کارپوریشن کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔

اب ایک اور ضروری مسئلہ ٹرانسپورٹ کا ہے۔ موجودہ بل میں یہ ذمہ داری دہلی کے علاقے کے لئے کارپوریشن کو سونپی گئی ہے۔ دہلی اور نئی دہلی میں فرق کیا گیا تو اس کا اثر ٹرانسپورٹ پر بھی پڑے گا۔ نئی دہلی کے زیادہ حصہ کو اس ٹرانسپورٹ سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اگر سچ پوچھئے تو پرانی دہلی اور دیہاتوں میں جہاں کہ دہلی کارپوریشن کے اختیارات ہوں گے وہاں کے لوگ ٹرانسپورٹ کے انتظام سے کتنا فائدہ اٹھائیں گے یہ تو غور کرنے کی بات ہے۔ دہلی شہر کے گلجیاں علاقے میں ٹراموے چلتی ہے وہ بھی بلند ہونیکی خبر ہے اور اس کو بلند بھی ہونا چاہئے کیونکہ جن سڑکوں پر ٹراموے گزرتی ہے وہاں اس قدر بھڑ بھار رہتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ لیکن ان علاقوں میں سستے ٹرانسپورٹ کی ضرورت ہے

کیونکہ ان جگہوں پر شہر کا فریب طبعہ رہتا ہے اور یہاں پر بسوں نہیں چل سکتی ہیں۔ ب اس کے بعد سائیکل رکشا اور تاکہ رہ جاتے ہیں۔ سائیکل رکسا بھی ختم ہونے والے ہیں۔ ان علاقوں میں اسکوٹر یا موٹر رکشا نہ تو چلتے ہیں اور نہ ان کو ان علاقوں میں چلنے کا موقع ملے گا۔ تو ایک غریب آدمی کو بڑی زحمتیں ہوں گی مگر کارپوریشن کو ٹیکس بھی طبعہ دینا جس سے نئی دہلی میں بھی بسوں چلیں گی اور چل رہی ہیں۔ ذمہ داری تو کارپوریشن کی دھنگی مگر آرام زیادہ تو نئی دہلی کے ہی لوگوں کو ملے گا اور سروس کو قائم رکھنے کے لئے اگر روپے کی ضرورت ہے مثلاً سڑکوں کا تھیک رکھنا وغیرہ تو اس کا بوجھ پرانی دہلی کے اس طبعہ پر بھی پڑے گا جس کو اس سروس سے فائدہ نہیں چلے گا اور ٹیکس زیادہ تو بھی لوگ دیں گے جس سے کہ سڑکوں کا انتظام اور روشنی کا انتظام ہے۔ تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ٹرانسپورٹ کے لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو ہم نئی دہلی کو پرانی دہلی سے الگ نہیں رکھ سکتے۔ مہری رائے نے کہ اگر ہو سکے تو ٹرانسپورٹ استعمال کرنے والوں کا سروے کرایا جائے اور اگر یہ بات صحیح نکلے جو میں کہہ رہی ہوں کہ اس سروس سے درد سری تو کارپوریشن کو ہوئی

[بیگم صدیقہ قدوائی]

مگر زیادہ فائدہ نئی دہلی کے علاقوں کو ملے گا تو میری درخواست ہے کہ سرکار اس معاملہ پر پھر سے غور کرے اور اس نظریہ سے دہلی اور نئی دہلی کا آپس میں مل جانا اور ایک انتہارتی کا ہونا ضروری ہے - ایک اہم معاملہ چونگی اور مقامی ٹیکسوں کا ہے - یہ مسامہ سرکار کی خاص توجہ چاہتا ہے دہلی اور نئی دہلی کے حلقے اور انتظام الگ ہونے سے سرکار کو کس قدر نقصان ہوگا اس کا اندازہ میں نہیں لگا سکتی میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی کے علاقوں میں چونگی اور مقامی ٹیکسوں میں اگر یکسانیت نہ ہوئی جو کہ مجھے یقین ہے کہ نہ ہوگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس علاقے میں ایک نئے پوسٹہ کا بھی ٹیکس کم ہوا تجارت کا راستہ اس علاقے میں منتقل ہو جائے گا اور مال کی آمد میں کارپوریشن کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے اور نئی دہلی میونسپل کمیٹی کو بھی موجودہ بل میں کارپوریشن کو انٹرٹین منٹ ٹیکس کی آمدنی دینے کا انتظام رکھا گیا ہے - نو آپ دیکھئے اس سے کارپوریشن کو کتنا نقصان ہوگا - صرف دہلی کے علاقے کے ٹیکس کی آمدنی کارپوریشن کو ملے گی - اگر بالفرض دہلی کارپوریشن اس ٹیکس کی آمدنی کو کسی وقت بڑھانے کے بارے میں سوچے تو نئی دہلی میونسپل کمیٹی

کی کیا پوزیشن ہوگی - یہ میں نہیں کہہ سکتی لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ دونوں قدم ایک ساتھ اٹھانا ناممکن ہے اور اس سے انتظامی جھگڑے اٹھیں گے - پھر جو ٹیکس گھوڑ دوڑ پر لگتا ہے وہ تو سو فیصدی نئی دہلی کی جائیداد رہے گا - چونکہ ریسز تو کارپوریشن کی حدود سے باہر ہوتی ہیں تقریباً قہائی تین لاکھ کی آمدنی تو چلی جائے گی اور انٹرٹین منٹ کی آمدنی کا اگر اندازاً آدھا حصہ نکل گیا تو تقریباً پندرہ بیس لاکھ کی رقم یہ بھی گئی - اس طرح کارپوریشن کی آمدنی کو دھک لگے گا - اس کے لئے کارپوریشن نئے نئے ٹیکس تعویذ کرے گی جیسے کہ کارپوریشن بل سے اندازہ ہوتا ہے تو دہلی کے عوام کو پریشان ہونا پڑے گا - لہذا میں اس سلسلے میں بھی یہی کہوں گی کہ نئی دہلی کو کارپوریشن سے ملا دینا اچھا ہی رہے گا - یہ تو چند بڑی بڑی چیزیں نہیں جن کا میں نے مختصر ذکر کیا ہے لیکن اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی کے انتظام الگ رکھ کر عوام کوئی فائدہ نہیں پہنچتا - مثال کے طور پر پانی کا انتظام اور شہر کی ترقی کا انتظام یا فائر بریگیڈ کا انتظام یہ سب چیزیں نئی دہلی میونسپل کمیٹی کو اور دہلی کارپوریشن کی علیحدہ علیحدہ رہیں گی و الگ الگ انتظامی

متحکمے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ دو الگ الگ انتظامی پالہسہز ہوں تو اس کی وجہ سے ایک بلاوجہ کا خرچہ بڑھتا ہے اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ نئی دہلی کے علاقے میں زیادہ تر سرکاری عمارتیں ہیں لیکن جس طرح سرکار نئی دہلی کی کمیٹی کو گرانٹ دیتی ہے اسی طرح دہلی کارپوریشن کو بھی دے سکتی ہے۔ تھوڑی بہت آبادی جو سرکاری ملازموں کے علاوہ ہے اس کو کارپوریشن کے انتظام میں حصہ لینے کا حق تو ہونا ہی چاہیئے کہونکہ ہر آدمی کی یہ فطری خواہش ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ جمہوری حقوق ملیں۔ کمیٹی اور کارپوریشن نے اختیارات میں فرق ہے اور نئی دہلی کے لوگ کارپوریشن میں حصہ لینے کی خواہش ضرور رکھتے ہوں گے۔ پیچھے الیکشن جو دہلی اسمبلی کے ہوتے تھے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نئی دہلی کے کتنے نمائندے اس میں آئے تھے اور کتنے لوگوں نے ووٹ دیئے تھے۔ اگر نئی دہلی کے لوگوں میں یہ جمہوری آزادی کا احساس نہ ہوتا تو وہ کیوں اس میں شوق سے حصہ لیتے۔ یہ صحیح ہے کہ نئی دہلی کے بہت سے لوگوں نے اور اداروں نے یہ کہا ہے کہ ان کو کارپوریشن کی حدود سے الگ رکھا جائے لیکن اس کے پیچھے ایک فطری جذبہ ہے جو بالکل صحیح ہے

(Time Bell rings.)

†[بیگم سدھیکا کیدار (دہلی) :  
 جانا بے سدر، دہلی کارپوریشن بیل آج پش ہے اور اس پر مستلطف جگہوں پر کافی بھس ہو چکی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتی بلکہ یہ چاہتی ہوں کہ اپنے خیالات میں بیان کرے جو کہ اس سلسلہ میں بھس منانے کے بعد میرے دماغ میں آئے۔ دہلی والوں کی ایک بہت پراچی خواتین تھیں کہ انکو جاجی جھڑی ہکک ملے اور اسکو لیتے وہ برابر لڑتے رہے۔ آجادی کے بعد جہاں ہماری آجادی کے نیتا اس دس کی ہالہل سوارنے میں لگے رہے وہاں دہلی کے لوگ اور دہلی کے نیتا دہلی کی سدیوں پراچی روادیات کو فیر میں اہارنے کا جتن کرتے رہے۔ اس ماسلا پر بڑی بڑی بھسے ہوئے کہ دہلی کو خود اہلیاری ہکومت ملے یا ن ملے۔ آخیرکار دہلی کے بڑے لودر مرہم دسبندھو گپتا جی اور انکو ساپی اپنے ہکک سے منوا کر ہی رہے۔ گپتا جی مرہم دہلی کو فلاتا فلاتا دسنے کے لیتے جیندا ن رھ سکو مگر انکی دواے دہلی والوں کی مدد کرنے لگی۔ اور اک روج ہند سارکار کے اس اعلان سے کہ دہلی کو پارٹ "سی" سٹے بناوا جائیگا وہاں کے لوگوں میں جسی جیندی آجائی اور یہ تو آپ سب لوگوں نے دساکہ کہ دہلی کی ہکومت جنی لکین کوح ہالہل اسے دیتے کہ ہکومت ختام جی۔ دہلی کے لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہاں کا وہ تبکا جو دہلی کی گلیوں میں دہلی کے رھنے والوں کے دوح دد منانے کو دھماتا رھتا یا یکایک بےسہارا ہو گیا۔ دہلی کی جھڑیوت مورا ہو جی۔ وہاں کے لوگوں نے اس واکفا کو چوچاپ سھلایا کوئی مچاھرا نہی دوا، کوئی ہڈتال نہی ہوئی اور ن کوئی توڈ فوڈ ہوئی۔ سیر بیگڈنا اور بیگڈ کر فیر سے بننا دہلی کے خمیر میں ملا ہے۔ وہاں کی میتی ہی کوح اسے لکین اک بات جھر ہے

†[ ] Hindi transliteration.

[बेगम सद्दीका किदवाई]

कि जब भी देहली बिगड़ी फिर जब बनी तो खूब बन संवर कर बनी । हम लोग देहली की जम्हूरी हकूमत मिट जाने से मायूस नहीं हुये । हम अब भी आस लगाये हुये हैं कि यह फिर बनेगी । तारीख अपने आपको दोहराती रहती है । हां, तो कारपोरेशन की बात थी । मैं यह कहना चाहती हूं कि इस कारपोरेशन को बना कर देहली वालों को कहलाया जा रहा है जैसा कि किसी शायर ने कहा है

‘तमन्नाओं में उलझाया गया हूं

खिलौने दे के बहलाया गया हूं ।’

यह कारपोरेशन बहलाने की ही बात है । यह कुछ समझ में नहीं आता कि देहली के दो टुकड़े क्यों कर दिये गये । देहली और नई देहली । देहली तो एक ही है नाम चाहे बीस रख लिये जायें । देहली के लिये कारपोरेशन बनेगी और नई देहली के लिये वही म्युनिसिपल कमेट्री । कंटोनमेंट का इलाका तो खैर छोड़ दीजिये । वह अलग चीज है । लेकिन नई देहली को कारपोरेशन से अलग नहीं करना चाहिये । इसमें जरूर इन्तजामी दुश्वारियां सामने आयेंगी । मिसाल के तौर पर अगर किसी चीज पर नई दिल्ली में चुगी कम है और कारपोरेशन की हद्द में ज्यादा है तो आमतौर पर लोग नई दिल्ली के स्टेशनों से अपना माल मंगाने लगेंगे और इसी तरह अगर कारपोरेशन की हद्द में टैक्स कम है और नई देहली में ज्यादा है तो कारपोरेशन की हद्द में माल आने लगेगा । इस से अजीब झगड़े पैदा होने लगेंगे । और हव मत को नुकसान भी होगा ।

मैं चन्द दुश्वारियों को कहना चाहती हूं वह ये कि दिल्ली में तालीम का बहुत अहम मसला है । उसका अन्दाजा इससे लगाइये कि हर साल स्कूलों में तकरीबन ४० हजार बच्चों को दाखिला न मिलने

की मुसीबत उठानी पड़ती है । जो इन्तजाम तजवीज किया गया है उसके मुताबिक दिल्ली की प्राइमरी तालीम कारपोरेशन के जिम्मे रहेगी । सब से ज्यादा दुश्वारी इस तालीम की है । स्कूल कम हैं । टीचर भी कम हैं और जगह भी कम है जहां स्कूल बनवाये जा सकें । और लोअर सेकेन्ड्री के स्कूल ज्यादातर पुरानी दिल्ली के हद्द में हैं । यहां नई देहली के बच्चे भी पढ़ते हैं तो नई दिल्ली के लोग अपने बच्चों को क्या इस तालीम के लिये पुरानी दिल्ली के स्कूलों में भेजना कारपोरेशन बनने के बाद बन्द कर देंगे । क्या इसके लिये कोई दीवार बनादी जायेगी कि नई दिल्ली के बच्चे कारपोरेशन को हद्द में न आयें और कारपोरेशन की हद्द के बच्चे नई दिल्ली की हद्द में न जायें । यह तो नामुमकिन बात है और आप देखिये हज़ारों लड़के और लड़कियां नई दिल्ली में स्कूल न होने की वजह से पुरानी दिल्ली में आते हैं । तो कारपोरेशन पर आखिर यह ज्यादा बोझ पड़ेगा या नहीं । इसमें क्या हर्ज है कि अगर तमाम दिल्ली की हद्द में तालीम की आधारीटी एक ही रहे । नई दिल्ली में जमीनें भी हैं जहां नये स्कूल बन सकते हैं लेकिन जब कारपोरेशन को उसका अस्तित्व न होगा यह दुश्वारी कैसे हल होगी ?

फिर हायर सेकेन्ड्री और यूनिवर्सिटी का मामला है । ज्यादा तर कालेज और यूनिवर्सिटी कारपोरेशन की हद्द में है । मैं मानती हूं कि यूनिवर्सिटी की तालीम कारपोरेशन को न दी जाये लेकिन हायर सेकेन्ड्री की तालीम तो जरूर कारपोरेशन के जिम्मे होनी चाहिये । दिल्ली के लिये इसकी खास वजह है और शहरों में अगर कारपोरेशन हायर सेकेन्ड्री का इन्तजाम नहीं करती तो उनके हालात मुस्तालिफ़ हैं । दिल्ली में जिस तेजी के साथ आबादी बढ़ रही है उस तेजी से किसी और शहर में आबादी नहीं बढ़ रही है । इसका नतीजा



यह है कि दिल्ली में कालेजों और स्कूलों की ज्यादा जरूरत है। अब चूँकि कार्पोरेशन की प्रोजेक्शन इस सिलसिले में ज्यादा मजबूत है कि स्कूलों और कालेजों के लिये ज़मीन और इमारतें फ़राहम कर सकें तो मैं समझती हूँ कि यह काम कार्पोरेशन के ही जिम्मे होना चाहिये। अपनी ज़रूरतों के मुताबिक वह ज़मीन और इमारतें ढूँढ़ेगी या बनायेगी। लेकिन मौजूदा सूरत में कार्पोरेशन इस दर्द सिरि को क्यों मोल लेने लगी। कार्पोरेशन वाले कहेंगे कि जिसका कालेज और स्कूल चलाना है वही इसका इन्तज़ाम करे तो इसमें झगड़े उठेंगे। सरकार मुताल्लबा करेगी कार्पोरेशन से कि फ़ला इमारत या फ़ला ज़मीन हमको स्कूल या कालेज के लिये दो। तो साहला साल तो लगेगे ख़तो-किताबत में और अगर इसके बाद भी अगर कार्पोरेशन बिलफ़र्ज राज़ो न हुई तो सरकार कहा से कालेज और स्कूल पैदा करेगी। और फिर वह एक डी० डी० पी० ए० है जिसको मैं डेड ईंट की मस्जिद कहती हूँ। उसके नखरे अलग उठाने पड़ेंगे। तो उन चाज़ों से इन्तज़ाम प्रच्छा न रहेगा और पब्लिक को दुश्वारिया भी रहेगी।

अब सेहत व सफ़ाई देखिये। दिल्ली और नई दिल्ली के इलाक़े में सेहत और सफ़ाई की देखभाल के लिये अलग अलग दो ए़दारे रहेंगे। आजकल तो कई ऐसे ए़दारे हैं और इसी का नतीजा है कि दिल्ली में दोनों ही चीज़ों का हला ख़राब है। कुछ बेहतर है तो नई दिल्ली का इलाका और उसकी वजह भी है कि वह इलाका कुछ न कुछ प्लानिंग के साथ बना था। हस्पताल भी ज्यादा इसी इलाके में हैं। अब दिल्ली की जितनी आबादी है उस मुनासबत से यहाँ हस्पताल नहीं हैं और इसकी वजह से आम आदमियों को जो परेशानी हाती है उसका हाल वह भी अच्छी तरह बता सकते हैं। मैं तो देख रही हूँ कि आज से पांच साल पहले इरविन हस्पताल में जो मरीजों की कतार

बनी रहती थी वह अब दुगनी हो गई है। इसमें १० फीसदी लोग मरीज़ पुरानी देहली के होते हैं। सुबह आठ बजे लाइन में खड़े हो तो तीन खुराक दवाई मिलने की बारी दोपहर तक आयेगी। वह गरीब किससे कहे। कोई सुनने वाला नहीं। कई बार लोगों ने आवाज़ें उठाईं मगर कोई फर्क नहीं पड़ता। मैं इस हाउस के मेम्बरान से बहुत अदब के साथ दरख़्वास्त करती हूँ कि इस हस्पताल में किमी दिन खुद जाकर देखें कि क्या हाल है। तो आखिर इस दुख दर्द का इलाज क्यों नहीं होता। क्या हमारी हेल्थ मिनिस्ट्री ने इस सिलसिले में कभी कोई इन्तज़ाम की तरफ़ीब निकाली कि और हस्पताल खोले जाय। मैं देखती हूँ कि शहर भर में सरकारों इमारतें बड़ी बड़ी आनोशान बन रही हैं मगर हस्पताल को मुझे एक भी इमारत इनमें नज़र नहीं आती। हमारे अवाम का कोई नुमाइन्दा हो तो अवाम उसका अनो तकलीफ़ बताये। लेकिन जहाँ पर सरकारी दफ़तरो का कारोबार है वहाँ वह नहीं पहुँच सकते। बम्बई में हस्पताल का इन्तज़ाम कार्पोरेशन करती है तो दिल्ली में क्यों नहीं कर सकती। कार्पोरेशन के कारिन्दों तक अवाम असानी से दुख दर्द कहने जा सकते हैं। यह तो एक बात हुई और दूसरी बात जा मैं कह रही थी वह यह है कि सेहत और सफ़ाई से अलहदा अलहदा दो इन्तज़ाम और दो महक़मे रहते हैं। दोहरे खर्चें पड़ने हैं। दिल्ली में जॉन्डिस की बीमारी फैली थी, क्या वह नई दिल्ली और पुरानी दिल्ली के लिये एक अलहदा अलहदा थी या जमना में सैलाब आ जाता है तो वह भी क्या दिल्ली का अलग और नई दिल्ली का अलग होता है। गाव के शरणार्थी बेचारे नई दिल्ली की तरफ़ भाग कर भी पनाह लेते हैं वह पुरानी दिल्ली में महदूद नहीं रहते। जॉन्डिस इन्क्वायरी कमीशन की रिपोर्ट ने भी यही राय दी थी और रियासता की नई तनज़ीम के कमीशन ने भी यही कहा है कि नई दिल्ली और पुरानी

[बेगम सद्दीका क़िदवः]

दिल्ली एक यूनिट है। इनको हम किसी सूरत से अलहदा नहीं कर सकते। तो मैं कहना चाहती हूँ कि दिल्ली तो एक मुसीबत-जदा शहर है। दुनिया भर की बलायें, दुनिया भर के इन्कलाब हमेशा इसकी छाती को चीरते हैं, आज जौन्डिस है तो कल फ्लू और कुछ नहीं तो सैनाब ही आ जाता है। तो ऐसा तो नहीं है कि यह कुदरती बलायें और बीमारियाँ नई दिल्ली और पुरानी दिल्ली को चुन कर अलग अलग आती हों। दोनों ही इलाकों के लोग मुतासिर होते हैं तो ऐसे मौके पर एक इन्तजाम सफाई और सेहत का रहे, तो अच्छा काम होता है और खर्च की भी किफायत होती है। और सेहत का मामला तो खसूसन बहुत ही तवज्जह चाहता है। नई दिल्ली में, कनाट प्लेस में, आप अक्सर देखते होंगे कि अपाहिज और कोढ़ी अक्सर भीख मांगते फिरते हैं, क्या नई दिल्ली म्यूनिसिपल कमेटी इनकी देखभाल और सुधारने का कोई अलग अपना ढंग बनायेगी। वह बहरहाल धूमते रहेंगे नई दिल्ली और पुरानी दिल्ली में भी खुदा जाने इन बेचारों की मदद कौन करेगा, कमेटी या कार्पोरेशन। इसके लिये तो एक माकूल इन्तजाम चाहिये और इसकी सही देखभाल तब ही हो सकती है कि जब एक स्कीम को एक अथारिटी अपने जिम्मा ले और चूँकि यह एक सारे शहर का मसला है इसलिये कार्पोरेशन की जिम्मेदारी होनी चाहिये।

अब एक और जरूरी मसला ट्रांसपोर्ट का है। मौजूदा बिल में यह जिम्मेदारी दिल्ली के इसाके के लिये कार्पोरेशन को सौंपी गई है। दिल्ली और नई दिल्ली में फर्क किया गया तो इस का असर ट्रांसपोर्ट पर भी पड़ेगा। नई दिल्ली के ज्यादा हिस्सा को इस ट्रांसपोर्ट से फायदा पहुंच रहा है। अगर सच पुछिये तो पुरानी दिल्ली और देहातों

में जहाँ कि दिल्ली कार्पोरेशन के अस्तियारात होंगे, वहाँ के लोग ट्रांसपोर्ट के इन्तजाम में कितना फायदा उठायेंगे, यह तो गौर करने की बात है। दिल्ली शहर के गुजान इलाक़ों में ट्राम्बे चलती हैं, वह भी बन्द होने की खबर है और इस को बन्द भी होना चाहिये क्योंकि जिन सड़कों पर ट्राम्बे गुजरती हैं वहाँ पर इस कदर भीड़ भाड़ रहती है कि खुदा की पनाह। लेकिन इन इलाकों में सस्ते ट्रांसपोर्ट की जरूरत है क्योंकि इन जगहों पर शहर का गरीब तबका रहता है और यहाँ पर बसें नहीं चल सकती। अब इस धुं बाद साइकिल रिक्शा और तागा रह जाते हैं। साइकिल रिक्शा भी खत्म होने वाले हैं इन इलाकों में स्कूटर रिक्शा या मोटर रिक्शा न तो चलते हैं और न इन को इन इलाकों में चलने का मौका मिलेगा। तो एक गरीब आदमी को बड़ी ज़हमतें होंगी। मगर कार्पोरेशन को टैका यही तबका देना जिस से नई दिल्ली में भी बसें चलेंगी और चल रही हैं। जिम्मेदारी तो कार्पोरेशन की रहेगी मगर आराम ज्यादातर नई दिल्ली के लोगों को ही मिलेगा और सर्विस को कायम रखने के लिये अगर रुपये की जरूरत है, मसलन सड़कों का ठीक रखना वगैरा, तो इस का बोझ पुरानी दिल्ली के इस तबका पर भी पड़ेगा जिस को इस सर्विस से फायदा नहीं। चुंगी और टैकस ज्यादातर यही लोग देंगे जिस से कि सड़कों का इन्तजाम और रोशनी का इन्तजाम है। तो मैं यह कहना चाहती हूँ कि ट्रांसपोर्ट के लिहाज से भी अगर देखा जाय तो हम नई दिल्ली को पुरानी दिल्ली से अलग नहीं रख सकते। मेरी राय है कि अगर हो सके तो ट्रांसपोर्ट इस्तेमाल करने वालों का सर्वे कराया जाय और अगर यह बान सही निबले जो मैं कह रही हूँ कि इस सर्विस से सर दर्दी तो कार्पोरेशन को होगी मगर ज्यादा फायदा नई दिल्ली के इलाकों को मिलेगा तो मेरी दर-खास्त है कि सरकार इस मामले पर फिर

से गौर करे और इस नज़रिया से दिल्ली और नई दिल्ली का आपस में मिल जाना और एक अथारिटी का होना जरूरी है। एक ग्रहम मामला चुंगी और मुकामी टैक्सों का है। यह मसला सरकार की खास तवज्जह चाहता है। दिल्ली और नई दिल्ली के हल्के और इन्तजाम अलग होने से सरकार को किस कदर नुकसान होगा इसका अन्दाजा में नहीं लगा सकती। मैं ने पहले भी जिक्र किया है कि नई दिल्ली और पुरानी दिल्ली के इलाकों में चुंगी और मुकामी टैक्सों में अगर एकसानियत न हुई, जोकि मुझे यकीन है कि न होगी, तो इसका नतीजा यह होगा जिस इलाके में एक नये पैसे का भी टैक्स कम हुआ, तिजारत का रास्ता इस इलाके में मुन्तकिल हो जायेगा और माल की आमद में कापॉरेशन को बहुत नुकसान पहुंच सकता है और नई दिल्ली म्युनिसिपल कमेटी को भी मौजूदा बिल में कापॉरेशन को एन्टर-नेमेंट टैक्स की आमदनी देने का इन्तजाम रखा गया है। तो आप देखिये, इससे कापॉरेशन को कितना नुकसान होगा। मिर्फ दिल्ली के इलाके के टैक्स की आमदनी कापॉरेशन को मिलेगी। अगर बिल फ्रज दिल्ली कापॉरेशन इस टैक्स की आमदनी को किसी वक्त बढ़ाने के बारे में सोचें तो नई दिल्ली म्युनिसिपल कमेटी की क्या पोजीशन होगी, यह मैं नहीं कह सकती। लेकिन इतना जरूर कहूंगी कि दोनों का कदम एक साथ उठाना नामुमकिन है और इस से इन्तजामी झगड़े उठेंगे। फिर जो टैक्स घुड़दौड़ पर लगता है वह तो सौ फीसदी नई दिल्ली की जायदाद रहेगा क्योंकि रसेज तो कापॉरेशन की हदूद से बाहर होती है। तकरीबन आई तीन लाख की आमदनी तो चली जायेगी और एन्टरटेनमेंट की आमदनी का अगर अन्दाज़न आधा हिस्सा निकल गया तो तकरीबन १५, २० लाख की रकम यह भी गई। इस तरह कापॉरेशन की आमदनी को धक्का लगेगा। इसमें

लिये कापॉरेशन नये नये टैक्स तजवीज़ करेगी जैसे कि कापॉरेशन बिल से अन्दाज़ा होता है। तो दिल्ली के अवाम को परेशान होना पड़ेगा। लिहाज़ा मैं इस सिलसिले में भी यही कहूंगी कि नई दिल्ली को कापॉरेशन से मिला देना ही अच्छा रहेगा। यह तो चन्द बड़ी बड़ी चीज़ें थीं जिनका मैं ने मुस्तसिर जिक्र किया है लेकिन इस के अलावा और भी कई चीज़ें हैं जिनको देख कर हम अन्दाज़ा लगा सकते हैं कि नई दिल्ली और पुरानी दिल्ली के इन्तजाम अलग रख कर अवाम को कोई फायदा नहीं पहुंचता। मिसाल के तौर पर पानी का इन्तजाम और शहर की तरस्की का इन्तजाम या फायर ब्रिगेड का इन्तजाम यह सब चीज़ें नई दिल्ली म्युनिसिपल कमेटी की और दिल्ली कापॉरेशन को अलग अलहदा अलहदा रहेंगी, दो अलग अलग इन्तजामी महकमे होंगे। हो सकता है कि दो अलग अलग इन्तजामी पॉलिसीज़ हों। तो इसकी वजह से एक बिला वजह का खर्चा बढ़ता है। और पेचीदगियां पैदा होती हैं। यह ठीक है कि नई दिल्ली के इलाके में ज्यादातर सरकारी इमारतें हैं लेकिन जिस तरह सरकार नई दिल्ली की कमेटी को ग्रान्ट देती है, इसी तरह दिल्ली कापॉरेशन को भी दे सकती है। थोड़ी बहुत आबादी जो सरकारी मुलाजिमों के अलावा है इसको कापॉरेशन के इन्तखाब से हिस्सा लेने का हक तो होना ही चाहिये क्योंकि हर आदमी की यह फितरी स्वाहिश है कि उस को ज्यादा से ज्यादा जम्हूरी हकूक मिलें। कमेटी और कापॉरेशन के अस्तियारात में फर्क है और नई दिल्ली के लोग कापॉरेशन में हिस्सा लेने की स्वाहिश जरूर रखते होंगे। पिछले इलेक्शन जो दिल्ली अम्बली के हुए थे इसमें आप अन्दाज़ा लगा सकते हैं कि नई दिल्ली के कितने नुमाइन्दे इसमें आये थे और कितने लोगों ने बोट दिये थे। अगर नई दिल्ली के लोगों में यह जम्हूरी आजादी की ग्रहसास न होता तो वह क्यों इसमें शीक से हिस्सा

[बेगम सद्दीका क़िदवई]

लेते । यह सही है कि नई दिल्ली के बहुत से लोगों ने और एदारों ने यह कहा है कि इनको कार्पोरेशन की हद्द से अलग रखा जाय, लेकिन इसके पीछे एक फितरी जज्बा है जो बिल्कुल सही है ।]

THE MINISTER OF HOME AFFAIRS  
(SHRI GOVIND BALLABH PANT):

Mr. Chairman, I do not think I am called upon to reply to the arguments in detail. The attention of the House was invited to the salient features of this Bill when it was referred to the Joint Committee. I am glad to say, and I think that has been conceded also by the critics of the Bill, that it has been considerably improved by this reference and that the Joint Committee has done its part with great care. Every sentence was examined closely and the pros and cons of every proposition contained in the Bill were fully taken into account by the Committee. It is a matter of some disappointment to me what Dr. Gour who took an active part in the deliberations of the Committee, and Shri Kishen Chand, have not yet been able to reconcile themselves to the provisions contained in the Bill as it stands today. I am, nevertheless, thankful to them for the cooperation that I received from them in the Joint Committee. My gratitude to other Members is still greater. I believe that the Bill as it has emerged from the Joint Committee and as it has been reported to this august House by the Lok Sabha will prove in every way useful and suitable and that the people of Delhi will benefit by the organisation which is being set up according to this Bill. The new Corporation, I trust, will begin to function some-time early in the next financial year.

Sir, the arguments advanced by the critics have been effectively, and if I may say so, authoritatively met. Rajkumariji has had first hand experience of the working of local bodies,

Development Boards and other organisations in New Delhi. In fact, this Bill, to a large extent, carries out the plans outlined by her. So far as the States Reorganisation Commission is concerned, nobody is in a better position to interpret the minds of the Members of that Commission or the proposals contained in the Report of that Commission, than Dr. Hriday Nath Kunzruji. So in view of the support that the Bill has received generally, and especially from these two eminent persons, my task is really very light.

Sir, one of the main objections raised against the Bill, as has been repeated, I think, again and again, concerns the exclusion of part of New Delhi from the scope of the Corporation. Well the reasons are obvious enough and I regret that some of the hon. Members have failed to appreciate them. The area which is being excluded is essentially occupied by Government servants and members of their families and by institutions with which either the departments or the Government are intimately connected. The people living in this area do not want to be placed under the Corporation; even non-officials who do not belong to the services have sent representations requesting that this area may be excluded from the area that will be brought under the jurisdiction of the Corporation. Under the existing laws and under the Constitution, the houses existing in this area are not liable to pay any tax to the Corporation. The expenditure here is sufficiently heavy. The States Reorganisation Commission recommended and the Parliament accepted their recommendation that there should be no State Government in Delhi. Dr. Gour still thinks that there should be a Metropolitan Council. I do not know exactly what he means but he has an idea that it should, to a large extent, replace the State Government and carry out the functions which in other places come within the purview of the State Governments. That shows a

certain degree of confusion of thought because, so far as the arrangement for Delhi is concerned, we are not, while setting up this Corporation, providing a substitute for the State Government. The State Government has certain functions which have to be discharged by it, but the Corporation is essentially a local body with as large powers as we could possibly delegate to or confer on it but it is no substitute for a State Government. We have followed the pattern of the Bombay Corporation which is held in high esteem by all who have taken any interest in the affairs of local bodies; the way the Bombay Corporation has managed the very vast and complicated problems which must be arising day to day in a city like Bobay is a matter of credit to that organisation and I think a better model could not have been adopted for this Corporation. So, we have done the right thing and it has been accepted by those who have been connected with the administration of local affairs that we need not have made any departure from the basic principles which are embodied in the Bombay Corporation Act.

*There were some suggestions about the executive and the deliberative functions being combined together. Well, if one were to take a step in order to make the working of this Corporation unwieldy and ineffective, then one could not have thought of a better device for, if you combine the two, then enormous and formidable difficulties will have to be faced from day to day, and the ultimate result will be complete deadlock within the Corporation or the local body concerned.*

[THE VICE-CHAIRMAN (SHRI M. B. JOSHI) in the Chair.]

The Chairman of the Delhi Municipal Board, who appeared before the Select Committee and gave us the benefit of his advice, was very emphatic about it, and he said that the two should be kept separate, that the Corporation as such should not directly deal with matters of an executive

character, that its functions should be primarily deliberative and that the executive, that is, the Commissioner, should be entrusted with these embarrassing duties. He was very definitely of that opinion and he said that even over very petty matters it had been difficult for him to manage the affairs because of the combination of the two functions. So if the Corporation is to function smoothly and if the members are not to be overburdened with the administration of such detailed and petty matters as are bound to affect individuals and as are bound to create embarrassing position for them, then the separation of executive from the deliberative part is essential. And we have followed that principle.

Then so far as the States Reorganisation Commission is concerned, while it held the opinion that there should be no State Government in Delhi, it also definitely said that there may be either one or two Corporations. The hon. Members who have referred to the Report of the States Reorganisation Commission will, I hope, be now satisfied that, so far as this Bill is concerned, it in no way goes against the recommendations of the States Reorganisation Commission. If anything it carries out the basic framework that has been laid down by the States Reorganisation Commission. So this New Delhi area is really nothing more than about 15 or 16 square miles. The Corporation will have jurisdiction over about 510 square miles. The New Delhi area is no more than 3 per cent. The population of this area comes to about and a half while the population of the rest of the area which will come under the Corporation exceeds 15 lakhs. So I do not see how the Corporation will suffer in any way by this area being left out. In fact, the Corporation would have been, I think, subjected to a heavy burden if this area had been placed under the Corporation. It would have to find the necessary funds. It is not statutorily entitled to levy taxes, and the standards that have

[Shri Govind Ballabh Pant.]  
been maintained here would involve, I think, expenditure which would be almost beyond the capacity of the Corporation to bear. So, from whichever angle one may see, it is in the interest of the administration of the Corporation itself that this area should not be placed under the Corporation, at least to start with

Then there was some reference to the Development Authority. Well, here again I should like to clarify the position. The Development Authority which exists at present had jurisdiction over the whole of the Delhi State. It was charged with responsibility regarding the entire area that was comprised in the Delhi State. The Corporation will now be dealing with all matters of development, construction of houses or their demolition and other allied matters so far as the area that comes within the Corporation is concerned. But the Delhi Development Authority is being set up only to deal with such specified areas as may be notified by the Central Government after consultation with the Corporation. It is only to assist the Municipal Corporation in carrying out its heavy and onerous task that certain areas will be notified for development which perhaps the Municipal Corporation may not be in a position to develop at least in the initial stages. So, while the Corporation will have the opportunity of doing the best it can over about 500 or more square miles, it may occasionally agree, if it so desires that certain areas which will be notified duly after consultation with the Corporation might be developed by the Government itself if the Corporation cannot find sufficient funds. The development of these areas will be a costly affair. So, in order to assist the Corporation this provision has been made and this Development Authority is to be set up. But there must necessarily be complete co-operation between the two, and the Corporation should not be handicapped in any way in the task of improving the conditions either of

the whole of Delhi or of any part of it. I do not think that the Corporation will, after gaining experience of the working of the Delhi Development Authority, feel in any way inconvenienced because of the existence of that Authority. The Delhi Development Authority has also to prepare the Master Plan. For the preparation of that Plan an expert body has been appointed, which consists of experts who belong not merely to our own country but also to other countries. So it is necessary to have a small and, so far as possible, a fully competent body to look after this Plan and also to carry out the development of some small areas which might be made over to it for that purpose, and after such areas have been developed, they will again be restored to the Corporation so that the benefit of the development goes to the Corporation while the worry, labour and cost of development are not to be borne by the Corporation. It is something that will benefit the Corporation and not injure it in any way, either directly or indirectly.

Some reference was made, I understand, also to the system of multi-member wards that the Bill proposes to set up. In fact I might remind hon. Members that the provision did not find a place in the original Bill. We had ourselves thought that there would be single member constituencies, but when the Bill was considered in the Joint Committee, at the instance of certain Members, it was considered desirable to have multi-member constituencies. The argument they advanced was something like this that if you have single member constituencies, then they will hardly be different from pocket boroughs that a few individuals having influence in the 'mohalla'—it may be sometimes one or it may be two or three—will commandeer the votes and they will be in a way creating members not because they have the confidence of the people living in the area, but because they have the patronage of these few individuals. So, it was considered

desirable to have bigger wards and multi-member wards instead of single-member wards. The original idea that we had was this that there would be single-member wards, except for the wards, where reservation would be made for scheduled castes. As hon. Members know, 12 seats have been reserved for scheduled castes. So, that was our intention. But we saw force in this argument that single-member constituencies will be small. We thought that the cumulative voting would lead to some similar sort of defects and would be harmful in other ways too. That is, it will lead to some sort of sectional or caste or other sentiments being exploited in the elections; while in the matter of distributive voting over a large area, you cannot appeal to such sentiments. When you have cumulative voting, you can go to members of your own community and ask them to cast all their votes in your favour, so that you may be elected. So, it would in a way encourage fissiparous tendencies. It would also accentuate such sectional feelings which are against national interests. So, we thought that even if we have multi-member constituencies, the system of distributive voting should be adopted and that is really what our Constitution has itself approved and what has been laid down there. That is, while we have double-member constituencies and even treble-member constituencies in some cases, the method of voting everywhere is distributive. The system of cumulative voting has not been adopted in any case whatsoever. And it is because of these defects and several others too—I am not referring to this aspect in detail—that we thought that we may have bigger constituencies but the system of voting should be distributive.

SHRI H. N. KUNZRU (Uttar Pradesh): Has it been calculated what the number of voters in a single-member constituency would be?

SHRI GOVIND BALLABH PANT: We think that ordinarily the number

of voters would be about ten thousand. That is, every constituency would consist of about twenty thousand inhabitants and the number of voters, as, in the case of the electoral rolls of Parliament, would be nearly half. That is the proportion. So, it would be about ten thousand. If we have double-member constituencies it would be 20; and if treble-member, 30.

Dr. Gour, I think, has also expressed his dissent from the provision, in the Bill about the election of aldermen. He thinks that aldermen should not be elected by the councillors of the Corporation. Again, as the hon. Members might be aware, there was no provision in the Bill originally for the election of aldermen. But it was felt that it would be in the interests of the efficient working of the Corporation to make a provision like this that men of experience and knowledge, who may be familiar with local conditions or who may have special experience of the working of local bodies, would in this manner perhaps be introduced into the Corporation. Their presence would be helpful and yet they might not like to stand for election themselves. So it was considered advisable to make a provision of this character. The number of aldermen is relatively small. There will be only six of 86. But if they are men of experience and men who are widely respected and who hold a position of eminence in their respective areas, they can give guidance to the members and help the Corporation in the discharge of its multifarious duties.

SHRI KISHEN CHAND: Suggested that parts of New Delhi might be left out of the Corporation, but not the area which had been actually reserved now. He did not give any special reasons for that. But the question was put to the Chairman of the Municipal Board and he said, that we may keep all that we are keeping or restore the whole area. We do not want any sort of truncated parts of

[Shri Govind Ballabh Pant.]

New Delhi—that was the language perhaps used by him—to be included in the Corporation. So, this has also to be remembered. And as I said, I think 92 per cent. of the houses belong to Government and most of the people living here, are officials or those who are dependants of officials. And the non-officials also want to remain outside the Corporation. If we cut away a few areas, then we cannot administer them effectively. After all, arrangements will have to be made for the administration of this unit. Those arrangements should be satisfactory and they can be satisfactory only if we have got a manageable sort of unit—one which can admit of the services of competent men. So, the area that has been reserved is the minimum necessary for that purpose.

He also said that the argument that the people here did not like to be in the Corporation has hardly any merit, because if we go to Chandni Chowk even the residents of Chandni Chowk would say that they do not want to be within the Corporation. I was somewhat amazed and asked myself if we were working on a democratic basis. I do not think that the people of Chandni Chowk would not like to have their affairs administered by their own representatives. Here the Government servants who dominate in this area cannot themselves function as members of the Corporation. But so far as the rest of the Delhi area is concerned, anyone can be returned. So, I do not see why the people of Chandni Chowk should have any objection. But if what Shri Kishen Chand says be accepted, then that knocks the entire bottom out of his case. For if the people of Chandni Chowk do not want to be governed by the Corporation with regard to their local matters, there is no reason why the people living in New Delhi should be compelled to be administered by the representatives of the area which will come within the Corporation. (*Time bell rings.*) At least in the case of Chandni Chowk, every one has a

I P. M.

right to stand as a candidate, but so far as New Delhi is concerned, these people cannot so stand.

Again, Shri Kishen Chand made another remark which seems to me to be somewhat incorrect. He said that the population of New Delhi that was being kept out of the Corporation came to 6 or 7 lakhs. As I had just said, the population of the New Delhi area does not exceed—I think the exact figure may be 1,60,000. So, there is a vast difference between 6 or 7 lakhs and 1,60,000. If he had known what it is only 1,60,000 perhaps he had known that it is only 1,60,000 perhaps he would have no objection.

THE VICE-CHAIRMAN (SHRI M. B. JOSHI): Are you going to finish within ten minutes?

SHRI GOVIND BALLABH PANT: I do not think I will take much time.

DR. R. B. GOUR (Andhra Pradesh): I would refer the hon. Minister to a particular point which was raised by Shri Narayan. On page vii of the Joint Committee Report, under clause 42, it is suggested that "the construction, repair and maintenance of embankments, and the supply, storage, and control of water for agricultural purposes, should be added as an obligatory function of the Corporation. The clause has been amended accordingly." That is the report of the Joint Committee. But clause 42 has not been amended.

THE MINISTER OF STATE IN THE MINISTRY OF HOME AFFAIRS (SHRI B. N. DATAR): The hon. Member may see clause 217.

SHRI GOVIND BALLABH PANT: You will find the same thing provided for in the Bill elsewhere. That matter has been dealt with. There is no error there. There is nothing wrong about it. It is an obligation under clause 217 of the Bill.



DR. R. B. GOUR: That is concerning Delhi water supply and connections, etc. But here this particular obligatory function that the Committee wanted to introduce under clause 42 was for rural areas.

SHRI GOVIND BALLABH PANT: What has been provided there applies to the whole of Delhi Corporation area, rural as well as urban.

DR. R. B. GOUR: The storage of water for animals, etc., all that concerns the rural areas.

SHRI GOVIND BALLABH PANT: I think it has been provided for, but if there is anything more that the hon. Member wants, he can move an amendment. It is open to him. Whether the House will accept it or not is a different thing.

DR. R. B. GOUR: Have the decisions of the Joint Committee been carried out in the drafting of the Bill? That is my complaint.

SHRI GOVIND BALLABH PANT: The Joint Committee Report carries out the intentions of those who framed that report. If it in any way differs from the Bill, then the Bill controls the report.

DR. R. B. GOUR: "The clause has been amended accordingly"—that is the report. But the clause has not been amended.

SHRI GOVIND BALLABH PANT: If it has not been amended, then I am saying that the substance of that clause has been carried out elsewhere in the Bill itself. It may not be particularly at that place, but elsewhere provision of a suitable type has been made.

I do not think I have got much more to say. I am on the whole thankful to the House for the support which it has accorded to this Bill.

THE  
JOSHI)

"That the Bill to consolidate and amend the law relating to the municipal government of Delhi, as passed by the Lok Sabha, be taken into consideration."

The motion was adopted.

THE VICE-CHAIRMAN (SHRI M. B. JOSHI): The House stands adjourned till 2-5 P.M.

The House then adjourned for lunch at five minutes past one of the clock.

The House reassembled after lunch at five minutes past two of the clock, the VICE-CHAIRMAN (SHRI M. B. JOSHI) in the Chair.

#### MESSAGE FROM THE LOK SABHA

THE PARLIAMENT (PREVENTION OF DISQUALIFICATION) BILL, 1957

SECRETARY: Sir, I have to report to the House the following message received from the Lok Sabha, signed by the Secretary of the Lok Sabha:

"I am directed to inform Rajya Sabha that Lok Sabha, at its sitting held on Monday, the 16th December, 1957, adopted the annexed motion in regard to the Parliament (Prevention of Disqualification) Bill, 1957.

2. I am to request that the concurrence of Rajya Sabha in the said motion, and also the names of the members of Rajya Sabha appointed to the Joint Committee, may be communicated to this House."

#### MOTION

"That the Parliament (Prevention of Disqualification) Bill, 1957 be referred to a Joint Committee of the Houses consisting of 30 members; 20 from this House, namely:—

1. Sardar Hukam Singh
2. Pandit Thakur Das Bhargava

— Krishna

anidhar Basumatari